

سورہ حجرات کے نوٹس (سوالاً جواباً) (از تفسیر صراط الجنان)

سوال 1: سورہ حجرات کہاں نازل ہوئی؟ جواب: سورہ حجرات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ (خازن)

سوال 2: سورہ حجرات میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟ جواب: سورہ حجرات میں 2 رکوع اور 18 آیتیں ہیں۔

سوال 3: سورت کا نام حجرات رکھنے کی وجہ تحریر کریں۔

جواب: حجرات کا معنی ”حجرے اور کمرے“ ہیں اور اس سورت کی آیت نمبر 4 میں حجرات کا لفظ ہے اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ”سورۃ الحجرات“ ہے۔

سوال 4: سورہ حجرات کا مرکزی مضمون تحریر کریں۔

جواب: سورہ حجرات میں متعدد امور میں مسلمانوں کی تربیت فرمائی گئی ہے اور اس سورت کی ابتداء میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے خصوصی آداب بیان کئے گئے ہیں۔

سوال 5: سورہ حجرات کی سورہ فتح کے ساتھ مناسبت بیان کریں۔

جواب: سورہ حجرات کی اپنے سے ماقبل سورہ فتح کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورہ فتح میں کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے بارے میں بیان ہوا اور سورہ حجرات میں باغیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے بارے میں بیان ہوا۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان اور مقام و مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔

سوال 6: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَنِيعٌ عَلِيمٌ۔ آیت میں کس چیز کی تعلیم دی گئی؟ نیز آیت کا خلاصہ و ترجمہ بھی تحریر کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام ملحوظ رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

سوال 7: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَنِيعٌ عَلِيمٌ۔ آیت کا خلاصہ تحریر کریں۔

جواب: آیت کا خلاصہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کسی قول اور فعل میں اصلاً ان سے آگے نہ بڑھنا تم پر لازم ہے کیونکہ یہ آگے بڑھنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کے خلاف ہے جبکہ بارگاہ رسالت میں نیازمندی اور آداب کا لحاظ رکھنا لازم ہے اور تم اپنے تمام اقوال و افعال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو یہ ڈرنا تمہیں آگے بڑھنے سے روکے گا اور ویسے بھی اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ تمہارے تمام اقوال کو سنتا اور تمام افعال کو جانتا ہے اور جس کی ایسی شان ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

سوال 8: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ مذکورہ آیت کا شان نزول تحریر کریں۔

جواب: مذکورہ آیت کے شان نزول سے متعلق مختلف روایات ہیں، ان میں سے دو روایات درج ذیل ہیں، ① چند لوگوں نے عید الاضحیٰ کے دن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔ ② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بعض لوگ رمضان سے ایک دن پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھو۔ (خازن)

سوال 9: کیا کسی خاص بات اور خاص کام میں حضور ﷺ سے آگے ہونے کی ممانعت کا حکم ہے؟

جواب: (جی نہیں! بلکہ) مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اس آیت لَا تَقْدُمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ کا) شانِ نزول کچھ بھی ہو مگر یہ حکم سب کو عام ہے یعنی کسی بات میں، کسی کام میں حضور ﷺ سے آگے ہونا منع ہے، اگر حضور ﷺ کے ہمراہ راستہ میں جا رہے ہوں تو آگے آگے چلنا منع ہے مگر خادم کی حیثیت سے یا کسی ضرورت سے اجازت لے کر (چلنا منع نہیں)، اگر ساتھ کھانا ہو تو پہلے شروع کر دینا ناجائز، اسی طرح اپنی عقل اور اپنی رائے کو حضور ﷺ کے رائے سے مقدم کرنا حرام ہے۔ (شان حبیب الرحمن)

سوال 10: آیت ”لَا تَقْدُمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ“ سے متعلق 2 باتیں تحریر کریں۔

جواب: ① اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سید المرسلین ﷺ کی شان اتنی بلند ہے کہ ان کی بارگاہ کے آداب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ ② اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ دونوں سے آگے نہ بڑھنے کا فرمایا گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ سے آگے ہونا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ وہ نہ زمانہ میں ہے نہ کسی مکان میں اور آگے ہونا یا زمانہ میں ہوتا ہے یا جگہ میں، معلوم ہوا کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ سے آگے نہ بڑھو، ان کی بے ادبی دراصل اللہ تعالیٰ کی بے ادبی ہے۔ (شان حبیب الرحمن)

سوال 11: احادیث میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی کریم ﷺ کے آگے آگے چلنا مذکور ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: احادیث میں جو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی کریم ﷺ کے آگے آگے چلنا مذکور ہے وہ اس آیت (لَا تَقْدُمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ) میں داخل نہیں کیونکہ ان کا چلنا خادم کی حیثیت سے تھا، یونہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا امامت کروانا بھی اس (ممانعت) میں داخل نہیں کیونکہ آپ کا یہ عمل حضور اقدس ﷺ کی اجازت سے تھا۔

سوال 12: کیا علماء کرام سے آگے بڑھنا بھی منع ہے؟

جواب: (جی ہاں!) علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علماء کرام چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اس لئے ان سے آگے بڑھنا بھی اس ممانعت میں داخل ہے اور اس کی دلیل حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی وہ روایت ہے جس میں آپ فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ”اے ابودرداء! کیا تم اس کے آگے چلتے ہو جو تم سے بلکہ ساری دنیا سے افضل ہے۔ (روح البیان)

سوال 13: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۔ آیت کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اور ان کے حضور زیادہ بلند آواز سے کوئی بات نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے بلند آواز سے بات کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

سوال 14: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۔ آیت کی صراط

البحران کی روشنی میں تفسیر تحریر کریں۔

جواب: تفسیر: اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے حبیب ﷺ کے دو عظیم آداب سکھائے ہیں، پہلا ادب یہ ہے کہ اے ایمان والو! جب نبی کریم ﷺ سے کلام فرمائیں اور تم ان کی بارگاہ میں کچھ عرض کرو تو تم پر لازم ہے کہ تمہاری آواز ان کی آواز سے بلند نہ ہو، بلکہ جو عرض کرنا ہے وہ آہستہ اور پست آواز سے کرو۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھو اور جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو اس طرح نہ پکارو بلکہ تمہیں جو عرض کرنا ہو وہ ادب و تعظیم اور توضع و تکریم کے کلمات اور عظمت والے القاب کے ساتھ عرض کرو

جیسے یوں کہو: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، کیونکہ ترکِ ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے اور اس کی تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ (قرطبی)

سوال 15: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ آیت کا شانِ نزول بیان کریں۔

جواب: مفسرین نے اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں مختلف روایات ذکر کی ہیں۔ ① حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، وہ اونچا سنا کرتے تھے، اُن کی آواز بھی اونچی تھی اور بات کرنے میں آواز بلند ہو جایا کرتی تھی اور بعض اوقات اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت ہوتی تھی۔ (مدارک) ② حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں منافقین اپنی آوازیں بلند کیا کرتے تھے تاکہ کمزور مسلمان (اس معاملے میں) ان کی پیروی کریں، اس پر مسلمانوں کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں آواز بلند کرنے سے منع کر دیا گیا (تاکہ منافق اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں) (قرطبی)

سوال 16: شانِ نزول کے بیان مختلف کیوں ہوتے ہیں؟

جواب: علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بات سے کوئی چیز مانع نہیں کہ آیت کا نزول مختلف اسباب کی وجہ سے ہوا ہو، جو آیت نازل ہونے سے پہلے وقوع پزیر ہوئے تھے اور جب ان (روایات جن میں یہ) اسباب (بیان ہوئے، اُن) کی اسناد صحیح ہیں اور ان میں تطبیق واضح ہے تو پھر ان میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ (فتح الباری)

سوال 17: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی بے ادبی سرزد ہوئی تھی جس پر انہیں تنبیہ کی گئی؟

جواب: (جی نہیں، بلکہ) عین ممکن ہے کہ پیش بندی کے طور پر انہیں یہ آداب تعلیم فرمائے گئے ہوں اور بے ادبی کی سزا سے آگاہ کیا گیا ہو۔

سوال 18: جب آیت يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی احتیاطوں کا انداز کیا تھا؟

جواب: جب یہ آیت مبارکہ ”لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ“ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت محتاط ہو گئے اور تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کے دوران بہت سی احتیاطوں کو اپنے اوپر لازم کر لیا تاکہ آواز زیادہ بلند نہ ہو جائے۔ ① حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت ”يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ“ نازل ہوئی تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی قسم! آئندہ میں آپ سے سرگوشی کے انداز میں بات کیا کروں گا۔ (کنز العمال)۔ ② حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بہت آہستہ آواز سے بات کرتے حتیٰ کہ بعض اوقات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بات سمجھنے کیلئے دوبارہ پوچھنا پڑتا کہ کیا کہتے ہو۔ (ترمذی)

سوال 19: جب آیت ”يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ“ نازل ہوئی تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی حالت کیسی ہو گئی؟

جواب: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور (اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے) کہنے لگے: میں اہلِ نار سے ہوں۔ (جب یہ کچھ عرصہ بارگاہِ رسالت میں حاضر نہ ہوئے تو) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے اُن کا حال دریافت فرمایا، انہوں نے عرض کی: وہ میرے پڑوسی ہیں اور میری معلومات کے مطابق انہیں کوئی بیماری بھی نہیں ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے کہا: یہ آیت نازل ہوئی ہے اور تم لوگ جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ بلند آواز ہوں (اور جب ایسا ہے) تو میں جہنمی ہو گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ صورتِ حال حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا: ”(وہ جہنمی نہیں) بلکہ وہ جنت والوں میں سے ہیں۔ (مسلم)

سوال 20: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کے پاس، آوازیں اونچی کرنے سے منع کرنے کے متعلق 2 واقعات تحریر کریں۔

جواب: ① حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس تھا، ایک شخص نے کہا: اسلام لانے کے بعد اگر میں صرف

حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ اور کوئی کام نہ کروں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ دوسرے شخص نے کہا: اسلام لانے کے بعد اگر میں مسجد حرام کو آباد کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہ کروں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ تیسرے شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا تمہاری کہی ہوئی باتوں سے افضل ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس اپنی آواز بلند نہ کرو۔ (مسلم)۔ ② ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں دو شخصوں کی بلند آواز سنی تو آپ (ان کے پاس) تشریف لائے اور فرمایا: کیا تم دونوں جانتے ہو کہ کہاں کھڑے ہو؟ پھر فرمایا: تم کس علاقے سے تعلق رکھتے ہو؟ دونوں نے عرض کی: ہم طائف کے رہنے والے ہیں، فرمایا: اگر تم مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوتے تو میں (یہاں آواز بلند کرنے کی وجہ سے) تمہیں ضرور سزا دیتا (کیونکہ مدینہ منورہ میں رہنے والے دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب سے خوب واقف ہیں)۔ (ابن کثیر)

سوال 21: دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب کا خیال رکھنے سے متعلق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے 2 واقعات ذکر کیجئے۔

جواب: ① ابو جعفر منصور بادشاہ، مسجد نبوی میں حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلے کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا (اس دوران اس کی آواز کچھ بلند ہوئی تو) امام مالک رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: اے مسلمانوں کے امیر! اس مسجد میں آواز بلند نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو ادب سکھایا اور فرمایا: لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ اور ایک جماعت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ فَلْتَتَّقُوا لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرٌ عَظِيمٌ۔ اور ایک جماعت کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ۔ (بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، ان میں اکثر بے عقل ہیں)۔ بے شک وصال کے بعد بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ایسی ہے جیسی آپ کی ظاہری حیات میں تھی۔ (یہ سن کر) ابو جعفر نے عاجزی کا اظہار کیا اور کہا: اے ابو عبد اللہ! میں قبلہ رُو ہو کر دعا کروں یا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تُو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں رخ پھیرتا ہے حالانکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تیرے اور تیرے جدِ امجد حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں، تُو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کر اور شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالیٰ تیرے لئے شفاعت قبول فرمائے گا۔ (اشفاء)۔ ② امام مالک رضی اللہ عنہ (مسجد نبوی میں درس دیا کرتے تھے، جب ان کے حلقہ درس میں لوگوں کی تعداد زیادہ ہوئی تو ان سے عرض کی گئی: آپ ایک آدمی مقرر کر لیں جو (آپ سے حدیث پاک سن کر) لوگوں کو سنا دے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت زندگی اور وفات دونوں میں برابر ہے (اس لئے میں یہاں کسی شخص کو آواز بلند کرنے کیلئے ہرگز مقرر نہیں کر سکتا)۔ (اشفاء)

سوال 22: حدیث پاک کے آداب پر کوئی واقعہ تحریر کریں۔

جواب: حضرت سلیمان بن حرب رَحِمَهُ اللہُ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ایک دن حضرت حماد بن زید رَحِمَهُ اللہُ عَلَیْہِ نے حدیث پاک بیان کی تو ایک شخص کسی چیز کے بارے میں کلام کرنے لگ گیا، اس پر حضرت حماد رَحِمَهُ اللہُ عَلَیْہِ غضبناک ہوئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ؛ اور میں کہہ رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ تم کلام کر رہے ہو (یعنی آواز اگرچہ میری ہے لیکن کلام تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، پھر تم اس کلام کو سنتے ہوئے کیوں گفتگو کر رہے ہو)۔ (شعب الایمان)

سوال 23: بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی آواز، بلند کرنا منع ہے؟

جواب: بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی آواز بلند کرنا منع ہے جو آپ کی تعظیم و توقیر کے برخلاف ہے اور بے ادبی کے زمرے میں داخل ہے اور اگر اس سے بے ادبی اور توہین کی نیت ہو تو یہ کفر ہے۔

سوال 24: جنگ کے دوران یا اشعار کی صورت میں کفار کی مذمت بیان کرنے کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو آوازیں بلند ہوئیں، کیا وہ اس آیت ممانعت

(لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ) میں داخل ہیں ؟

جواب: وہ (آوازیں) اس آیت میں داخل نہیں کیونکہ یہ تعظیم و توقیر کے خلاف نہ تھیں، بلکہ بعض مقامات پر نبی کریم ﷺ کی اجازت سے تھیں، اسی طرح آذان کے وقت جو آواز بلند ہوئی وہ بھی اس میں داخل نہیں کیونکہ آذان ہوتی ہی بلند آواز سے ہے۔

سوال 25: إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ يَا مَعْزُومِي لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ۔ آیت کا شان نزول مع ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: **شان نزول:** جب یہ آیت یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ نازل ہوئی تو اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور کچھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت احتیاط لازم کر لی اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بہت ہی پست آواز سے عرض معروض کرتے۔ ان حضرات کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے عمل کو سراہتے ہوئے فرمایا گیا: (ترجمہ) بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں نہی رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کیلئے پرکھ لیا ہے، ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (جلالین مع صاوی)

سوال 26: آیت إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ سے حاصل ہونے والے 5 مدنی پھول تحریر کریں۔

جواب: ① تمام عبادات، بدن کا تقویٰ ہیں اور حضورِ اقدس ﷺ کا ادب دل کا تقویٰ ہے۔ ② اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل تقویٰ کیلئے پرکھ لئے ہیں تو جو انہیں مَعَآذِ اللہ فاسق مانے وہ اس آیت کا منکر ہے۔ ③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتہائی پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے کیونکہ جس نے نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول مان لیا اور آپ کی اس قدر تعظیم کی کہ آپ کے سامنے اس ڈر سے اپنی آواز تک بلند نہ کی کہ کہیں بلند آواز سے بولنے کی بناء پر اس کے اعمال ضائع نہ ہو جائیں تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کا خوف کتنا زیادہ ہو گا۔ ④ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی بخشش یقینی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش کا اعلان فرما دیا ہے۔ ⑤ ان دونوں بزرگوں کا اجر و ثواب ہمارے وہم و خیال سے بالا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے عظیم فرمایا ہے۔

سوال 27: حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل اور ان کی شان تحریر کریں۔

جواب: حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنی معذوری کے باوجود اپنے اوپر یہ لازم کر لیا تھا کہ وہ کبھی بھی نبی کریم ﷺ کی آواز پر اپنی آواز بلند نہیں کریں گے، ان کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم اہل جنت میں سے ایک شخص (یعنی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ) کو اپنے سامنے چلتا ہوا دیکھتے تھے۔

سوال 28: حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ تحریر کریں۔

جواب: جب یمامہ کے مقام پر مسیلمہ سے جنگ ہوئی تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کا ایک گروہ شکست کھا گیا ہے، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: اِن لوگوں پر افسوس ہے، پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے اس طرح جنگ نہیں کیا کرتے تھے۔ پھر یہ دونوں ڈٹ گئے اور لڑائی کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

سوال 29: حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی بعدِ شہادت ظہورِ فضیلت کا واقعہ تحریر کریں۔

جواب: حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے انہیں خواب میں دیکھا، انہوں نے فرمایا: فلاں شخص میری زرہ اُتار کر لے گیا ہے اور وہ لشکر کے کونے میں گھوڑے کے پاس پتھر کی ہنڈیا کے نیچے رکھی ہوئی ہے، لہذا آپ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں اور انہیں اس کی خبر دیں تاکہ وہ میری زرہ واپس لے سکیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں اور ان سے عرض کریں: مجھ پر قرض ہے، تاکہ وہ

میرا قرض ادا کر دیں اور میرا فلاں غلام آزاد ہے۔ چنانچہ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی تو انہوں نے زہر اور گھوڑے کو اسی طرح پایا جیسے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا تھا، انہوں نے زہر لے لے لی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس خواب کی خبر دی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی وصیت کو نافذ کر دیا۔ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے اس وصیت کے علاوہ کوئی ایسی وصیت معلوم نہیں جو کسی کی وفات کے بعد نافذ کی گئی ہو۔ (صادی)

سوال 30: إِنَّ الَّذِينَ يُتَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ۔ آیت کا شانِ نزول بیان کریں۔

جواب: شانِ نزول: بنو تمیم کے چند لوگ دوپہر کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے، ان لوگوں نے حجروں کے باہر سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا شروع کر دیا اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے آئے، ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ شان کو بیان فرمایا گیا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں اس طرح پکارنا جہالت اور بے عقلی ہے۔ (مدارک)

سوال 31: وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ اس آیت میں کس چیز کی تلقین کی گئی ہے؟ نیز آیت کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: اس آیت میں اُن (حجروں کے باہر سے حضور اقدس علیہ السلام کو پکارنے والے) لوگوں کو ادب کی تلقین کی گئی کہ انہیں رسول کریم علیہ السلام کو پکارنے کی بجائے صبر اور انتظار کرنا چاہئے تھا یہاں تک کہ حضور اقدس علیہ السلام خود ہی مقدس حجرے سے باہر نکل کر ان کے پاس تشریف لے آتے اور اس کے بعد یہ لوگ اپنی عرض پیش کرتے۔ (خازن) ترجمہ: اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم ان کے پاس خود تشریف لے آتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سوال 32: علماء اور اساتذہ کی بارگاہ میں حاضری کا ادب تحریر کریں۔

جواب: جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقرب بندوں اور باعمل علماء کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو ان کے آستانے کا دروازہ بجا کر جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ انتظار کرنا چاہئے تاکہ وہ اپنے معمول کے مطابق آستانے سے باہر تشریف لے آئیں۔

سوال 33: حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے اُستاد محترم کے ادب کے حوالے سے کیا فرمایا کرتے تھے؟

جواب: بلند پایہ عالم حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں نے کبھی بھی کسی اُستاد کے دروازہ پر دستک نہیں دی بلکہ میں ان کا انتظار کرتا رہتا اور جب وہ خود تشریف لاتے تو میں ان سے استفادہ حاصل کرتا۔

سوال 34: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے اُستاد محترم کا ادب کیسے کیا کرتے تھے؟

جواب: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے ان کے گھر تشریف لے جاتے تو دروازے کے پاس کھڑے ہو جاتے اور اُن کا دروازہ نہ کھٹکھٹاتے (بلکہ خاموشی سے ان کا انتظار کرتے) یہاں تک کہ وہ اپنے معمول کے مطابق باہر تشریف لے آتے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ طرزِ عمل بہت برا معلوم ہوا تو آپ نے اُن سے فرمایا: آپ نے دروازہ کیوں نہیں بجایا؟ (تاکہ میں فوراً باہر آجاتا اور آپ کو انتظار کی رحمت نہ اٹھانی پڑتی) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: عالم اپنی قوم میں اس طرح ہوتا ہے جس طرح نبی اپنی امت میں ہوتا ہے (یعنی عالم نبی کا وارث ہوتا ہے) اور (چونکہ) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا ہے ”وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ“ (اس لئے میں نے بھی دروازہ بجانے کی بجائے آپ کے خود ہی تشریف لے آنے کا انتظار کیا)۔

سوال 35: علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے استاد محترم کے ادب کے لحاظ سے کیا طرزِ عمل تھا؟

جواب: علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنا طرزِ عمل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں نے یہ (عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ادب کا) واقعہ بچپن میں پڑھا تھا، اس کے بعد میں عمر بھر اسی کے مطابق اپنے اُستادوں کے ساتھ معاملہ کرتا رہا۔ (روح المعانی)

سوال 36: حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار شریف کے آداب کس نے بنائے ہیں؟

جواب: حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار شریف کے آداب اللہ تعالیٰ نے بنائے اور اُسی نے سکھائے ہیں۔

سوال 37: کیا حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار شریف کے آداب صرف انسانوں پر جاری ہیں؟

جواب: یہ آداب صرف انسانوں پر ہی جاری نہیں بلکہ جنوں، انسانوں اور فرشتوں سب پر جاری ہیں اور یہ آداب کسی خاص وقت تک کیلئے نہیں بلکہ ہمیشہ کیلئے ہیں۔

سوال 38: اکابرین کی بارگاہ کے ادب کرنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: اکابرین کی بارگاہ کا ادب کرنا بندے کو بلند درجات تک پہنچاتا ہے اور دنیا و آخرت کی سعادتوں سے نوازتا ہے۔

سوال 39: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ۔ ترجمہ و شانِ نزول تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر شرمندہ ہونا پڑے۔

مفسرین نے شانِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو بنی مُصطلق سے صدقات وصول کرنے بھیجا، زمانہ جاہلیت میں ان کے اور ان کے درمیان دشمنی تھی، جب حضرت ولید رضی اللہ عنہ ان کے علاقے کے قریب پہنچے اور ان لوگوں کو خبر ہوئی تو اس خیال سے کہ حضرت ولید رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں، کثیر لوگ تعظیم کیلئے ان کا استقبال کرنے آئے، لیکن حضرت ولید رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ یہ پرانی دشمنی کی وجہ سے مجھے قتل کرنے آرہے ہیں، یہ خیال کر کے حضرت ولید رضی اللہ عنہ واپس ہو گئے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے (اپنے گمان کے مطابق) عرض کر دیا کہ حضور! ان لوگوں نے صدقہ دینے سے منع کر دیا اور مجھے قتل کرنے کے درپے ہو گئے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حالات کی تحقیق کیلئے بھیجا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ لوگ آذائیں کہتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور ان لوگوں نے صدقات پیش کر دیئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ صدقات لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن)

سوال 40: کیا آیت کریمہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا میں حضرت ولید رضی اللہ عنہ کی طرف فسق کی نسبت کی گئی ہے؟

جواب: (جی نہیں!) اس آیت کے نزول کا سبب اگرچہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہی ہو، لیکن اس آیت میں بطورِ خاص حضرت ولید رضی اللہ عنہ کو فاسق نہیں کہا گیا بلکہ ایک اسلامی قانون بیان کیا گیا ہے، لہذا اس آیت کی بنا پر انہیں فاسق نہیں کہہ سکتے۔ (صادی بصری)۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اس آیت کے پیش نظر کسی شخص کا) حضرت ولید رضی اللہ عنہ پر فاسق کا اطلاق کرنا بڑی خطا ہے کیونکہ انہوں نے وہم و گمان کیا جس میں خطا کر گئے اور خطا کرنے والے کو فاسق نہیں کہا جاتا۔ (تفسیر کبیر)

سوال 41: معاشرے کو امن کا گہوارہ بنانے میں اسلام کا کردار تحریر کریں۔

جواب: دینِ اسلام ان کاموں سے روکتا ہے جو معاشرتی امن کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں اور وہ کام کرنے کا حکم دیتا ہے جن سے معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ

بتا ہے، جیسے آیت کریمہ (اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر شرمندہ ہونا پڑے) میں بیان کئے گئے اصول کو اگر ہم آج کل کے دور میں پیش نظر رکھیں تو ہمارا معاشرہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے کیونکہ ہمارے ہاں فسادات ہوتے ہی اسی وجہ سے ہیں کہ جب کسی کو کوئی اطلاع دی جاتی ہے تو وہ اس کی تصدیق نہیں کرتا بلکہ فوراً غصہ میں آکر وہ کام کر بیٹھتا ہے جس کے بعد ساری زندگی پریشان رہتا ہے۔

سوال 42: آیت ”إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا“ سے حاصل ہونے والی معلومات تحریر کریں۔

جواب: ① ایک شخص اگر عادل ہو تو اس کی خبر معتبر ہے۔ ② حاکم یک طرفہ بیان پر فیصلہ نہ کرے بلکہ فریقین کا بیان سن کر ہی کوئی فیصلہ کرے۔

③ غیبت کرنے والے اور چغخوڑ کی بات ہرگز قبول نہ کی جائے۔ ④ کسی کام میں جلدی نہ کی جائے ورنہ بعد میں پچھتانا پڑ سکتا ہے۔

سوال 43: وَأَعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّشِدُونَ فَضَلَا مِنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔ ترجمہ و خلاصہ تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ: اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول تشریف فرما ہیں، اگر بہت سے معاملات میں وہ تمہاری بات مانیں تو تم ضرور مشقت میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ نے تمہیں ایمان، محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی، ایسے ہی لوگ رشد و ہدایت والے ہیں۔ اللہ کا فضل اور احسان ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

خلاصہ: اے ایمان والو! جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کے رسول تشریف فرما ہیں، اگر تم میں سے کوئی ان سے جھوٹ بولے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں خبردار کر دے گا اور وہ (اس کے حکم سے) تمہارا حال ظاہر کر کے تمہیں رسوا کر دیں گے، لہذا تم ان سے کوئی باطل بات نہ کہو اور یاد رکھو کہ اگر تمہارے بتائے ہوئے بہت سے معاملات میں وہ تمہاری بات ہی مانیں اور تمہاری رائے کے مطابق حکم دے دیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ضرور مشقت میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم پر رحم کرتے ہوئے انہیں اس سے بچالیا اور تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی اور کفر، حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ہے جس کے باعث تم نافرمانی سے متنبہ ہو، ایسے ہی لوگ رشد و ہدایت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے حق راستے پر قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ان کے احوال کا علم رکھنے والا اور ان پر انعام فرمانے میں حکمت والا ہے۔ (جلالین)

سوال 44: آیت ”وَأَعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ“ سے حاصل ہونے والے مدنی پھول تحریر کریں۔

جواب: ① حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے۔ ② نعت لکھنے پڑھنے والوں اور عرض و معروض کرنے والوں کو چاہیے کہ اپنا سچا دکھ درد عرض کریں وہاں مبالغہ نہ کریں۔ ③ ایمان پیارا معلوم ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے۔ ④ ایمان کا کمال اپنی کوشش سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نصیب ہوتا ہے۔ ⑤ گناہ نہ کرنا بھی کمال ہے لیکن گناہ سے دل میں نفرت پیدا ہو جانا بڑا کمال ہے کیونکہ یہ نفرت گناہوں سے مستقل طور پر بچا لیتی ہے۔ ⑥ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفر و فسق اور گناہ سے دلی بیزار ہیں، ان کے دلوں میں ایمان، تقویٰ اور رشد و ہدایت ایسی رچ گئی ہے جیسے گلاب کے پھول میں رنگ و بو۔

سوال 45: وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَتَابِلُوا إِلَيْهِ تَبَايَعَا حَتَّىٰ تَبْغِيَ إِلَىٰ آمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔ ترجمہ و شان نزول تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان میں صلح کرا دو پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر وہ پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں صلح کرو دو اور عدل کرو، بیشک اللہ عدل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

شانِ نزول: ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ دراز گوش پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے، اس دوران انصار کی مجلس کے پاس سے گزر ہوا تو وہاں تھوڑی دیر ٹھہرے، اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو عبداللہ بن ابی نے ناک بند کر لی۔ یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کے دراز گوش کا پیشاب تیرے مشک سے بہتر خوشبو رکھتا ہے۔ حضور پر نور ﷺ تو تشریف لے گئے لیکن ان دونوں میں بات بڑھ گئی اور ان دونوں کی قومیں آپس میں لڑ پڑیں اور ہاتھ پائی تک نوبت پہنچ گئی، صورتِ حال معلوم ہونے پر سرکارِ دو عالم ﷺ واپس تشریف لائے اور ان میں صلح کرادی، اس معاملے کے بارے میں یہ آیت کریمہ **وَإِنْ كَانِيتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ افْتَنَتْهُمَا فَاَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا نَازِلٌ** ہوئی۔

سوال 46: آیت ”وَإِنْ كَانِيتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ افْتَنَتْهُمَا“ سے جو باتیں معلوم ہوئیں، انہیں تحریر کریں۔

جواب: ① جنگ و جدال گناہ ہے، مگر یہاں دونوں فریقوں کو مؤمن فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کفر نہیں ہے۔ ② مسلمانوں میں صلح کرانا حضور اقدس ﷺ کی سنت اور اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ ③ غلط فہمی کی وجہ سے بادشاہ اسلام کی مخالفت یا اس سے جنگ کرنے والا کافر اور فاسق نہیں بلکہ مؤمن ہے۔ ④ سلطان اسلام باغیوں سے جنگ کرے یہاں تک کہ وہ اپنی بغاوت سے باز آجائیں۔ ⑤ یہ جنگ جہاد نہ ہوگی، نہ ان باغیوں کا مال غنیمت ہوگا، نہ ان کے قیدی لونڈی غلام بنائے جائیں گے بلکہ ان کا زور توڑ کر ان سے برادرانہ سلوک کیا جائے گا۔

سوال 47: مسلمانوں میں صلح کروانے کے فضائل تحریر کریں۔

جواب: قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں بکثرت مقامات پر مسلمانوں کو آپس میں صلح صفائی رکھنے اور ان کے درمیان صلح کروانے کا حکم دیا گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ① **وَأَصْلَحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ** (اور آپس میں صلح صفائی رکھو)۔ اور فرماتا ہے: ② **لَا تَخِيفُ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنَ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِضْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا** (ان کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی بھائی نہیں ہوتی مگر ان لوگوں (سے مشورہ) میں جو صدقہ کا یا نیکی کا یا لوگوں میں باہم صلح کرانے کا مشورہ کریں اور جو اللہ کی رضامندی تلاش کرنے کیلئے یہ کام کرتا ہے تو اسے عظیم ہم بڑا ثواب عطا فرمائیں گے)۔ سید المرسلین ﷺ نے فرمایا: ① وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے کہ اچھی بات پہنچاتا ہے یا اچھی بات کہتا ہے (بخاری)۔ اور فرمایا: ② کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جو درجے میں روزے، نماز اور زکوٰۃ سے بھی افضل ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیوں نہیں۔ ارشاد فرمایا: آپس میں صلح کروا دینا۔ (ابوداؤد)

سوال 48: کون سی صلح کروانا جائز ہے اور کون سی صلح کروانا جائز نہیں؟

جواب: مسلمانوں میں وہی صلح کروانا جائز ہے جو شریعت کے دائرے میں ہو، جبکہ ایسی صلح جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دے وہ جائز نہیں ہے، جیسا کہ حضور اقدس ﷺ والدہ و والدہ نے فرمایا: مسلمانوں کے مابین صلح کروانا جائز ہے مگر وہ صلح (جائز نہیں) جو حرام کو حلال کر دے یا حلال کو حرام کر دے۔ (ابوداؤد)

سوال 49: معاشرے سے ظلم کا خاتمہ کرنے میں دین اسلام کا کردار تحریر کریں۔

جواب: دین اسلام نے ظلم کے خاتمے کیلئے انتہائی احسن اقدامات کئے ہیں تاکہ لوگوں کے حقوق محفوظ رہیں، ان میں سے ایک اقدام لوگوں کو یہ حکم دینا ہے کہ وہ ظالم کو روکیں اور دوسرا اقدام ظالم کو وعیدیں سننا ہے تاکہ وہ خود اپنے ظلم سے باز آجائے، چنانچہ ① رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ کسی نے عرض کی، یا رسول اللہ! ﷺ، اگر وہ مظلوم ہو تو مدد کروں گا لیکن ظالم ہو تو کیسے مدد کروں؟ فرمایا اس کو ظلم کرنے سے روک دے یہی (اس کی) مدد کرنا ہے۔ (بخاری) ② اور فرمایا: مظلوم کی بددعا سے بچو، وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حق والے کا حق اس سے نہیں روکتا۔ (شعب الایمان) ③ اور فرمایا: جس کا اپنے مسلمان بھائی پر اس کی آبرو یا کسی اور چیز کا کوئی ظلم ہو تو وہ آج ہی اس سے معافی لے لے، اس سے پہلے کہ (وہ دن آجائے جب) اس کے پاس نہ دینار ہو نہ درہم، (اس دن) اگر اس ظالم کے پاس نیک عمل ہوں گے تو ظلم کے مطابق اس سے چھین لیے جائیں گے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس مظلوم کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ (بخاری)

سوال 50: مظلوم کی حمایت اور فریاد رسی کرنے کے فضائل پر دو احادیث تحریر کریں۔

جواب: ① رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جو کسی مظلوم کی فریاد رسی کرے، اللہ تعالیٰ اس کیلئے 73 مغفرتیں لکھے گا، ان میں سے ایک سے اس کے تمام کاموں کی درستی ہو جائے گی اور 72 سے قیامت کے دن اس کے درجے بلند ہوں گے۔ (شعب الایمان) ② اور فرمایا: جو کسی مظلوم کے ساتھ اس کی مدد کرنے چلے تو اللہ تعالیٰ اُسے اُس دن ثابت قدمی عطا فرمائے گا جس دن قدم پھسل رہے ہوں گے۔ (حلیۃ الاولیاء)

سوال 51: فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں صحابہ کرام کے مرتبے کے حوالے سے کوئی دو باتیں تحریر کریں۔

جواب: ① تابعین سے لے کر قیامت تک امت کا کوئی بڑے سے بڑا ولی، کسی کم مرتبے والے صحابی کے رتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ② اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو قرب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے امتی کو میسر نہیں اور جو بلند درجات یہ پائیں گے وہ کسی اور امتی کو نہ ملیں گے۔

سوال 52: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات سے متعلق اہلسنت کا نظریہ فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں تحریر کریں۔

جواب: ① اہلسنت کے خواص اور عوام پہلے سے آخری درجے تک کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انتہاء درجے کا نیک اور متقی جانتے ہیں اور ان کے احوال کی تفصیل کہ کس نے کس کے ساتھ کیا کیا اور کیوں کیا؟ اس پر نظر کرنا حرام مانتے ہیں۔ ② اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا کوئی ایسا فعل منقول ہے جو کم نظر کی آنکھ میں ان کی شان سے قدرے گرا ہوا ہو اور اس میں کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش ملے تو (اس کے بارے میں اہلسنت کے علماء اور عوام کا طرز عمل یہ ہے کہ وہ) اس کا اچھا محمل بیان کرتے ہیں، اسے ان کے قلبی اخلاص اور اچھی نیت پر محمول کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا سچا فرمان ”رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ“ سن کر دل کے آئینے میں تفتیش کے زنگ کو جگہ نہیں دیتے اور حقیقی احوال کی تحقیق کے نام کا میل کچیل، دل کے آئینے پر چڑھنے نہیں دیتے۔

سوال 53: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات سے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ تحریر کریں۔

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رتبے ہماری عقل سے وراہ ہیں، پھر ہم اُن کے معاملات میں کیسے دخل دے سکتے ہیں اور ان میں صورۃً جو تنازعات اور اختلافات واقع ہوئے ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم ایک کی طرف داری میں دوسرے کو برا کہنے لگیں، یا ان جھگڑوں میں ایک فریق کو دنیا طلب ٹھہرائیں، بلکہ یقین سے جانتے ہیں کہ وہ سب دین کی مصلحتوں کے طلبگار تھے، اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی ان کا نصب العین تھی، پھر وہ مجتہد بھی تھے، تو جس کے اجتہاد میں جو بات اللہ تعالیٰ کے دین اور تاجدارِ رسالت ﷺ کی شریعت کیلئے زیادہ مصلحت آمیز اور مسلمانوں کے احوال سے مناسب تر معلوم ہوئی، اُس نے اُسے اختیار کیا، اگرچہ اجتہاد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی لیکن وہ سب حق پر ہیں اور سب واجب الاحترام ہیں، ان کا حال بالکل ایسا ہے جیسا دین کے فروعی مسائل میں خود علماء اہلسنت بلکہ ان کے مجتہدین مثلاً امام اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہما رضی اللہ عنہم کے اختلافات ہیں۔

سوال 54: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات کے حوالے سے مسلمانوں پر کیا لازم ہے؟

جواب: مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان جھگڑوں کے سبب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک دوسرے کو نہ گمراہ، فاسق جانیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کے دشمن ہوں بلکہ مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آقائے دوعالم ﷺ کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں، اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی بارگاہوں میں معظم و معزز اور آسمانِ ہدایت کے روشن ستارے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یاد رکھنا چاہئے کہ وہ انبیاء اور فرشتے نہ تھے کہ گناہ سے معصوم ہوں، ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے احکام کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

سوال 55: سورہ حدید میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کتنی قسمیں بیان فرمائی گئی ہیں؟ جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دو قسمیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

سوال 56: سورہ حدید میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دو قسموں کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ تحریر کریں۔

جواب: ① مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلِ ② الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَتْلِهِ۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک قسم وہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے مُشْرِفِ یَاْئِمَانِ ہوئے، اس وقت راہِ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا جب ان کی تعداد بھی بہت کم تھی اور وہ ہر طرح کمزور بھی تھے، انہوں نے اپنے اوپر شدید مجاہدے گوارا کر کے اور اپنی جانوں کو خطروں میں ڈال ڈال کر بے دریغ اپنا سرمایہ اسلام کی خدمت کی نذر کر دیا، یہ حضرات مہاجرین و انصار میں سے سابقین اُولین ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد میں حصہ لیا۔ ان ایمان والوں نے اس وقت اس اخلاص کا ثبوت مالی اور جنگی جہاد سے دیا جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہو چکی تھی اور مسلمان کثرتِ تعداد اور جاہ و مال، ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے۔ اجر ان کا بھی عظیم ہے لیکن ظاہر ہے کہ اُن سابقین اُولوں والوں کے درجہ کا نہیں، اسی لیے قرآن عظیم نے اُن پہلوں کو ان بعد والوں پر فضیلت دی اور پھر فرمایا: کَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنٰی (ان سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا) کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے سب ہی کو اجر ملے گا، محروم کوئی نہ رہے گا۔ اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کے حق میں فرماتا ہے: اُولَئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ (وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں)۔ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا (وہ جہنم کی جھنک تک نہ سنیں گے)۔ وَهُمْ فِي مَا شَاءَتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ خَالِدُونَ (وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھائی مرادوں میں رہیں گے)۔ لَا يَخْذُ لَهُمُ الْفَتْحُ الْكَبِيرُ (قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی)۔ وَتَتَلَقَّيْهُمْ الْمَلَائِكَةُ (فرشتے ان کا استقبال کریں گے)۔ هَذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ (انبیاء)۔ (یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ بتاتا ہے، تو جو کسی صحابی پر اعتراض کرے وہ اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے، اور ان کے بعض معاملات کو، جن میں اکثر جھوٹی حکایات ہیں، اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ حدید کی اسی آیت میں اُس کا منہ بھی بند کر دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دونوں گروہوں سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرما دیا: وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (حدید) اور اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرو گے۔ اس کے باوجود اُس نے تمہارے اعمال جان کر حکم فرما دیا کہ وہ تم سب سے بے عذاب جنت اور بے حساب کرامت و ثواب کا وعدہ فرما چکا ہے، تو اب دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر اعتراض کرے، کیا اعتراض کرنے والا، اللہ تعالیٰ سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، اس بیان کے بعد جو کوئی کچھ بکے وہ اپنا سر کھائے اور خود جہنم میں جائے۔ (فتاویٰ رضویہ)

سوال 57: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ اَخَوِيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ ترجمہ و خلاصہ تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ: صرف مسلمان بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو۔ خلاصہ: ارشاد فرمایا: مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہی ہیں کیونکہ یہ آپس میں دینی تعلق اور اسلامی محبت کے ساتھ مربوط (جڑے ہوئے) ہیں اور یہ رشتہ تمام دنیوی رشتوں سے مضبوط تر ہے، لہذا جب کبھی دو بھائیوں میں جھگڑا واقع ہو تو ان میں صلح کرا دو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور پرہیزگاری اختیار کرنا ایمان والوں کی باہمی محبت اور اُلفت کا سبب ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔ (مدارک)

سوال 58: مسلمانوں کے باہمی تعلق کے بارے میں 3 احادیث تحریر کریں۔

جواب: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ① مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو سوا کرے، جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مشغول رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے مَصائب میں سے کوئی مصیبت دُور فرما دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا پردہ رکھے گا۔ (بخاری) ② اور فرمایا: سارے مسلمان ایک شخص کی طرح ہیں، جب اس کی آنکھ میں تکلیف ہوگی تو سارے جسم میں تکلیف ہوگی اور اگر اس کے سر میں درد ہو تو سارے جسم میں درد ہوگا۔ (مسلم) ③ اور فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کیلئے عمارت کی طرح ہے جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے۔ (مسلم)

سوال 59: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا اَحْيٰۤا مِّنْهُمْ وَلَا يَسْءَآءُ مِنْ نِّسَآءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَنَّ حَبِيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الْاِسْمُ

الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ آیت کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں پر نہ ہنسیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر ہنسیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں کسی کو طعنہ نہ دو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو، مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

سوال 60: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا أَحْضَرًا مِنْهُمْ وَلَا يَسْأَلُ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ حَٰئِزَاتٍ مِّنْهُنَّ وَلَاتُكَلِّمُنَّ الْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَقْبَلْنَ إِلَيْهِنَّ۔ آیت کا واقعہ تحریر کریں۔

جواب: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اونچا سنتے تھے، جب وہ سرکارِ دو عالم علیہ السلام کی مجلس شریف میں حاضر ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں آگے بٹھاتے اور اُن کیلئے جگہ، خالی کر دیتے تاکہ وہ حضور اقدس علیہ السلام کے قریب حاضر رہ کر کلام مبارک سن سکیں۔ ایک روز انہیں حاضری میں دیر ہو گئی اور جب مجلس شریف خوب بھر گئی اس وقت آپ تشریف لائے اور قاعدہ یہ تھا کہ جو شخص ایسے وقت آتا اور مجلس میں جگہ نہ پاتا تو جہاں ہوتا وہیں کھڑا رہتا۔ لیکن حضرت ثابت رضی اللہ عنہ آئے تو وہ رسول کریم علیہ السلام کے قریب بیٹھنے کیلئے لوگوں کو ہٹاتے ہوئے یہ کہتے چلے ”جگہ دو جگہ“ یہاں تک کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ اُن کے اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں صرف ایک شخص رہ گیا، انہوں نے اس سے بھی کہا کہ جگہ دو، اس نے کہا: تمہیں جگہ مل گئی ہے اس لئے بیٹھ جاؤ۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ غصہ میں آکر اس کے پیچھے بیٹھ گئے۔ جب دن خوب روشن ہوا تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کا جسم دبا کر کہا: کون؟ اس نے کہا: میں فلاں شخص ہوں۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کی ماں کا نام لے کر کہا: فلاںی کا لڑکا؟ اس پر اس شخص نے شرم سے سر جھکا لیا کیونکہ اس زمانے میں ایسا کلمہ عار دلانے (شرمندہ کرنے) کیلئے کہا جاتا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

سوال 61: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا أَحْضَرًا مِنْهُمْ وَلَا يَسْأَلُ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ حَٰئِزَاتٍ مِّنْهُنَّ وَلَا تَكَلِّمُنَّ الْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَقْبَلْنَ إِلَيْهِنَّ۔ آیت کا دوسرا قول تحریر کریں۔

جواب: حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت بنی تمیم کے ان افراد کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت سلمان اور حضرت سالم وغیرہ غریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غریبت دیکھ کر ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ آیت میں فرمایا گیا کہ مرد، مردوں سے نہ ہنسیں، یعنی مال دار غریبوں کا، بلند نسب والے دوسرے نسب والوں کا، تندرست اپانچ کا اور آنکھ والے اُس کا مذاق نہ اڑائیں جس کی آنکھ میں عیب ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والوں سے صدق اور اخلاص میں بہتر ہوں۔ (خازن)

سوال 62: کسی بھی شخص میں فخر کے آثار دیکھ کر اس کا مذاق نہ اڑایا جائے، اس عنوان کے تحت دو احادیث تحریر کریں۔

جواب: ① رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں، ان کے پاس دو پُرانی چادریں ہوتی ہیں اور انہیں کوئی پناہ نہیں دیتا (لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا رتبہ و مقام یہ ہوتا ہے کہ) اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھالیں (کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا) تو اللہ تعالیٰ (وہ کام کرے) ان کی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔ (ترمذی) ② نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں جنتی لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ یہ ہر وہ شخص ہے جو کمزور اور (لوگوں کی نگاہوں میں) گرا ہوا ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی قسم سچی کر دے گا۔ (ترمذی)

سوال 63: وَلَا يَسْأَلُ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ حَٰئِزَاتٍ مِّنْهُنَّ وَلَا تَكَلِّمُنَّ الْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَقْبَلْنَ إِلَيْهِنَّ؛ اس حصہ آیت کا شانِ نزول تحریر کریں۔

جواب: شانِ نزول: آیت مبارکہ کے اس حصے کے نزول سے متعلق دو روایات یہ ہیں، ① حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق نازل ہوئی ہے انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو چھوٹے قد کی وجہ سے شرمندہ کیا تھا۔ ② حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آیت کا یہ حصہ ام المومنین حضرت صفیہ بنت حبیب رضی اللہ عنہا کے حق میں اس وقت نازل ہوا جب انہیں حضور اقدس صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ایک زوجہ مطہرہ نے یہودی کی بیٹی کہا۔ (خازن)

سوال 64: کیا عورتیں کسی بھی صورت میں آپس میں ہنسی مذاق نہیں کر سکتیں؟

جواب: چند شرائط کے ساتھ عورتوں کا آپس میں ہنسی مذاق کرنا جائز ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (عورتوں کی ایک دوسرے سے) جائز ہنسی جس میں ① نہ فحش ہو ② نہ ایذائے مسلم ③ نہ بڑوں کی بے ادبی ④ نہ چھوٹوں سے بد لحاظی ⑤ نہ وقت و محل کے نظر سے بے موقع ⑥ نہ اس کی کثرت ⑦ اپنی ہمسر عورتوں سے، جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

سوال 65: مذاق اڑانے کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہانت اور تحقیر کیلئے زبان یا اشارات، یا کسی اور طریقے سے مسلمان کا مذاق اڑانا حرام و گناہ ہے کیونکہ اس سے ایک مسلمان کی تحقیر اور اس کی ایذا رسانی ہوتی ہے اور کسی مسلمان کی تحقیر کرنا اور دکھ دینا سخت حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ (جہنم کے خطرات، ص ۱۷۳)

سوال 66: مذاق اڑانے کی مذمت تحریر کریں۔

جواب: کثیر احادیث میں مذاق اڑانے کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، جیسا کہ ① نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی سے نہ جھگڑا کرو، نہ اس کا مذاق اڑاؤ، نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ کرو جس کی خلاف ورزی کرو۔ (ترمذی) ② نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کسی کی نقل اتارنا پسند نہیں کرتا اگرچہ اس کے بدلے میں مجھے بہت مال ملے۔ (ابوداؤد)

سوال 67: قیامت کے دن مذاق اڑانے والے کا کیا انجام ہوگا؟

جواب: تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کا مذاق اڑانے والے کے سامنے جنت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آؤ، تو وہ بہت ہی بے چینی اور غم میں ڈوبا ہوا، اس دروازے کے سامنے آئے گا مگر جیسے ہی وہ دروازے کے پاس پہنچے گا تو وہ دروازہ بند ہو جائے گا، پھر ایک دوسرا جنت کا دروازہ کھلے گا اور اُس کو پکارا جائے گا: آؤ یہاں آؤ، چنانچہ یہ بے چینی اور رنج و غم میں ڈوبا ہوا اس دروازے کے پاس جائے گا تو وہ دروازہ بند ہو جائے گا، اسی طرح اس کے ساتھ معاملہ ہوتا رہے گا یہاں تک کہ دروازہ کھلے گا اور پکار پڑے گی تو وہ نا اُمیدی کی وجہ سے نہیں جائے گا۔ (اس طرح وہ جنت میں داخل ہونے سے محروم رہے گا)۔ (موسوعۃ ابن ابی دنیا)

سوال 68: کسی کو ذلیل کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی کو ذلیل کرنے کیلئے اور اس کی تحقیر کرنے کیلئے اس کی خامیوں کو ظاہر کرنا، اس کا مذاق اڑانا، اس کی نقل اتارنا یا اُس کو طعنہ مارنا یا عار دلانا یا اس پر ہنسنا یا اس کو بُرے بُرے اَلقَاب سے یاد کرنا اور اس کی ہنسی اڑانا مثلاً آج کل کے بَزعم خود اپنے آپ کو عُرفی شُرَفاء کہلانے والے کچھ قوموں کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں اور محض قومیت کی بنا پر ان کا تَمَسُّخُ اور استہزاء کرتے اور مذاق اڑاتے رہتے ہیں اور قسم قسم کے دل آزار اَلقَاب سے یاد کرتے رہتے ہیں، کبھی طعنہ زنی کرتے ہیں، کبھی عار دلاتے ہیں، یہ سب حرکتیں حرام و گناہ اور جہنم میں لے جانے والے کام ہیں۔ لہذا ان حرکتوں سے توبہ لازم ہے، ورنہ یہ لوگ فاسق ٹھہریں گے۔ (جہنم کے خطرات)

سوال 69: خوش طبعی کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی شخص سے ایسا مذاق، جو اُسے خوش کر دے، جسے خوش طبعی اور خوش مزاجی کہتے ہیں، جائز ہے۔

سوال 70: کیا خوش طبعی کرنا سنت ہے؟

جواب: (جی ہاں!) مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور پُر نور صَلَّی اللہ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کبھی کبھی خوش طبعی کرنا ثابت ہے، اسی لئے علماء کرام فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی خوش طبعی کرنا سنتِ مستحبہ ہے۔ (مراۃ المناجیح)

سوال 71: کس طرح کی خوش طبعی میں کوئی حرج نہیں؟

جواب: امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر تم اس بات پر قادر ہو کہ جس پر نبی کریم صَلَّی اللہ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قادر تھے کہ مزاح (یعنی خوش طبعی) کرتے وقت صرف حق بات کہو، کسی کے دل کو اذیت نہ پہنچاؤ، حد سے نہ بڑھو اور کبھی کبھی مزاح کرو تو تمہارے لئے بھی کوئی حرج نہیں، لیکن مزاح کو پیشہ بنا لینا بہت بڑی غلطی ہے۔ (احیاء علوم الدین)

سوال 72: کون سا مزاح ممنوع ہے؟

جواب: امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ مزاح ممنوع ہے جو حد سے زیادہ کیا جائے اور ہمیشہ اسی میں مصروف رہا جائے۔

سوال 73: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ مزاح کرنے کے تعلق سے کیا فرماتے ہیں؟

جواب: ہمیشہ مزاح کرنے میں خرابی یہ ہے کہ یہ کھیل کود اور غیر سنجیدگی ہے، کھیل اگرچہ (بعض صورتوں میں) جائز ہے لیکن ہمیشہ اسی کام میں لگ جانا مذموم ہے اور حد سے زیادہ مزاح کرنے میں خرابی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے زیادہ ہنسی پیدا ہوتی ہے اور زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے، بعض اوقات دل میں بغض پیدا ہو جاتا ہے اور ہیبت و وقار ختم ہو جاتا ہے۔

سوال 74: کیا خوش طبعی میں جھوٹ بول سکتے ہیں؟

جواب: (جی نہیں!) نبی اکرم صَلَّی اللہ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ایک شخص کوئی بات کہتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے ہم مجلس لوگوں کو ہنساتا ہے، اس کی وجہ سے تُو پُستارے سے بھی زیادہ دور تک جہنم میں گرتا ہے۔ (مسند امام احمد) دوسرے مقام پر نبی کریم صَلَّی اللہ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: بے شک میں بھی مزاح کرتا ہوں اور میں (خوش طبعی میں) سچی بات ہی کہتا ہوں۔ (معجم الاوسط)

سوال 75: سید المرسلین صَلَّی اللہ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوش طبعی کے چار واقعات تحریر کریں۔

جواب: ① حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نبی کریم صَلَّی اللہ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: میرے شوہر آپ کو بلا رہے ہیں۔ فرمایا: کون؟ وہی جس کی آنکھ میں سفیدی ہے؟ عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم! ان کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے۔ فرمایا: کیوں نہیں، بے شک اس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔ عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم! ایسا نہیں ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللہ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: کیا کوئی ایسا ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو (آپ نے اس سے وہ سفیدی مراد لی تھی جو آنکھ کے سیاہ حلقے کے ارد گرد ہوتی ہے)۔ (سبل الہدیٰ والرشاد) ② حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم میں گھلے ملے رہتے، حتیٰ کہ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے: ابوعمیر! چڑیا کا کیا ہوا۔ (بخاری) ③ ایک شخص نے رسول اللہ صَلَّی اللہ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سواری مانگی تو فرمایا: ہم تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے۔ اس نے عرض کی: میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟ رسول کریم صَلَّی اللہ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اونٹ کو اونٹنی ہی تو جنم دیتی ہے۔ (ترمذی) ④ نبی اکرم صَلَّی اللہ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک بوڑھی عورت سے فرمایا: جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہ جائے گی۔ انہوں نے (پریشان ہو کر) عرض کی: تو پھر اُن کا کیا بنے گا؟ (حالانکہ) وہ عورت قرآن پڑھا کرتی تھی۔ تاجدار

رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا کہ ”إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنِشَاءً- فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا“ (سورۃ واقعہ) ترجمہ: بیشک ہم نے ان جنتی عورتوں کو ایک خاص انداز سے پیدا کیا۔ تو ہم نے انہیں کنواریاں بنایا۔ (مشکوۃ المصابیح)

سوال 76: وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ؛ اس حصہ آیت کی تفسیر تحریر کریں۔

جواب: ﴿وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ﴾ اور آپس میں کسی کو طعن نہ دو، یعنی قول یا اشارے کے ذریعے ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ کیونکہ مؤمن ایک جان کی طرح ہے جب کسی دوسرے مؤمن پر عیب لگایا جائے گا تو گویا اپنے پر ہی عیب لگایا جائے گا۔ (روح المعانی)

سوال 77: طعنہ دینے کی مذمت پر 2 احادیث تحریر کریں۔

جواب: ① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت لعن طعن کرنے والے قیامت کے دن نہ گواہ ہوں گے نہ شفیع۔ (مسلم) ② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن نہ طعن کرنے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ فحش بکنے والا بے ہودہ ہوتا ہے۔ (ترمذی)

سوال 78: وَلَا تَنَابُؤْا بِالْأَلْقَابِ؛ (اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو) برے نام رکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: برے نام رکھنے کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، اُن میں سے تین قول یہ ہیں: ① حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک دوسرے کے برے نام رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے کسی برائی سے توبہ کر لی ہو تو اُسے توبہ کے بعد اس برائی سے عار دلائی جائے۔ یہاں آیت میں منع کیا گیا ہے۔ ② بعض علماء نے فرمایا: برے نام رکھنے سے مراد کسی مسلمان کو کتا، یا گدھا، یا سور کہنا ہے۔ ③ بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے وہ القاب مراد ہیں جن سے مسلمان کی برائی نکلتی ہو اور اس کو ناگوار ہو اور جو القاب گویا کہ نام بن گئے اور القاب والے کو ناگوار نہیں وہ القاب بھی ممنوع نہیں، جیسے اَعْمَش اور اَحْمَج وغیرہ۔ (غازن)

سوال 79: تعریف کے وہ القاب جو سچے ہوں، ان کا حکم بیان کریں۔

جواب: تعریف کے وہ القاب جو سچے ہوں ممنوع نہیں، جیسے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب عتیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ذوالنورین اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ابوتراب اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا سینف اللہ تھا۔

سوال 80: جس شخص نے گناہ سے توبہ کر لی ہو اُسے اُس گناہ پر عار دلانے کی حدیث میں کیا وعید بیان کی گئی ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کو اس کے کسی گناہ پر شرمندہ کیا تو وہ شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کر لے۔ (ترمذی)

سوال 81: ﴿يُنْسِ الْإِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ﴾: مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے؟ اس آیت کی تفسیر تحریر کریں۔

جواب: ارشاد فرمایا: مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے تو اے مسلمانو! کسی مسلمان کی ہنی بنا کر یا اس کو عیب لگا کر یا اس کا نام بگاڑ کر اپنے آپ کو فاسق نہ کہلاؤ اور جو لوگ ان تمام افعال سے توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔ (غازن)

سوال 82: آیت ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُوا قَوْمًا“ سے معلوم ہونے والے مسائل تحریر کریں۔

جواب: ① مسلمانوں کی کوئی قوم ذلیل نہیں، ہر مؤمن عزت والا ہے۔ ② عظمت کا دار و مدار محض نسب پر نہیں، تقویٰ و پرہیزگاری پر ہے۔ ③ مسلمان بھائی کو نسی طعنہ دینا حرام اور مشرکوں کا طریقہ ہے۔

سوال 83: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ۔ آیت کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ: اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور (پوشیدہ باتوں کی) جستجو نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں ناپسند ہوگا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔

سوال 84: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ؛ اس حصہ آیت کی تفسیر تحریر کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو بہت زیادہ گمان کرنے سے منع فرمایا کیونکہ بعض گمان ایسے ہیں جو محض گناہ ہیں لہذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ گمان کی کثرت سے بچا جائے۔ (ابن کثیر)

سوال 85: گمان سے بچنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گمان ایک دوسرے کو عیب لگانے کا سبب ہے، اس پر فتنے افعال صادر ہونے کا مدار ہے اور اسی سے خفیہ دشمن ظاہر ہوتا ہے اور کہنے والا جب ان امور سے یقینی طور پر واقف ہوگا تو وہ اس بات پر بہت کم یقین کرے گا کہ کسی میں عیب ہے تاکہ اسے عیب لگائے، کیونکہ کبھی فعل بظاہر فتنج ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا اس لئے کہ ممکن ہے کرنے والا اسے بھول کر کر رہا ہو یا دیکھنے والا غلطی پر ہو۔ (تفسیر کبیر)

سوال 86: آیت (اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ) میں گمان کی کثرت کو منہم کیوں رکھا گیا ہے؟

جواب: علامہ عبد اللہ بن عمر بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہاں آیت میں گمان کی کثرت کو منہم رکھا گیا تاکہ مسلمان ہر گمان کے بارے میں محتاط ہو جائے اور غور و فکر کرے یہاں تک کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس گمان کا تعلق کس صورت سے ہے کیونکہ بعض گمان واجب ہیں، بعض حرام ہیں اور بعض مباح ہیں۔ (بیضاوی)

سوال 87: گمان کی اقسام اور ان کا شرعی حکم تحریر کریں۔

جواب: گمان کی کئی اقسام ہیں، ان میں سے چار یہ ہیں: ① واجب: جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا۔ ② مستحب: جیسے صالح مؤمن کے ساتھ نیک گمان رکھنا۔ ③ ممنوع حرام: جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ برا گمان کرنا اور یونہی مؤمن کے ساتھ برا گمان کرنا۔ ④ حبانہ: جیسے فاسق مغفل کے ساتھ ایسا گمان کرنا جیسے افعال اس سے ظہور میں آتے ہوں۔

سوال 88: گمان کتنی طرح کا ہے؟

جواب: حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: گمان دو طرح کا ہے، ایک وہ کہ دل میں آئے اور زبان سے بھی کہہ دیا جائے۔ یہ اگر مسلمان پر برائی کے ساتھ ہے تو گناہ ہے۔ دوسرا یہ کہ دل میں آئے اور زبان سے نہ کہا جائے، یہ اگرچہ گناہ نہیں مگر اس سے بھی دل کو خالی کرنا ضروری ہے۔ (خازن، مدارک)

سوال 89: بدگمانی کے شرعی حکم کی تفصیل تحریر کریں۔

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسلمان پر بدگمانی، خود حرام ہے جب تک ثبوت شرعی نہ ہو۔ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

مسلمانوں پر بدگمانی حرام اور حتی الامکان اس کے قول و فعل کو وجہ صحیح پر حمل واجب (ہے)۔ (فتاویٰ رضویہ)

سوال 90: بدگمانی کب حرام نہیں ہے؟

جواب: صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بے شک مسلمان پر بدگمانی حرام ہے مگر جبکہ کسی قرینہ سے اُس کا ایسا ہونا ثابت ہوتا ہو (جیسا اُس کے بارے میں گمان کیا) تو اب حرام نہیں، مثلاً کسی کو (شراب بنانے کی) بھٹی میں آتے جاتے دیکھ کر اُسے شراب خور گمان کیا تو اُس کا قصور نہیں (بلکہ بھٹی میں آنے جانے والے کا قصور ہے کیونکہ) اُس نے موضعِ تہمت (یعنی تہمت لگنے کی جگہ) سے کیوں اجتناب نہ کیا۔ (فتاویٰ امجدیہ)

سوال 91: دین اسلام نے بدگمانی سے کیوں منع فرمایا؟

جواب: دین اسلام وہ عظیم دین ہے جس میں انسانوں کے باہمی حقوق اور معاشرتی آداب کو خاص اہمیت دی گئی، اسی لئے جو چیز انسانی حقوق کو ضائع کرنے کا سبب بنتی ہے اور جو چیز معاشرتی آداب کے برخلاف ہے اُس سے دین اسلام نے تاکید کے ساتھ منع فرمایا ہے، جیسے ان اشیاء میں سے ایک چیز ”بدگمانی“ ہے اس سے دین اسلام میں خاص طور پر منع کیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا“ (فی اسرائیل) ترجمہ: اور اُس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں، بیشک کان، آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

سوال 92: کیا بدگمانی جھوٹ ہے؟

جواب: (بی ہاں!) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ، کہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے، ایک دوسرے کے ظاہری اور باطنی عیب مت تلاش کرو، حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے زوگردانی نہ کرو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ۔ (مسلم)

سوال 93: بدگمانی کا دنیاوی نقصان تحریر کریں۔

جواب: حال ہی میں امریکن ہارٹ ایسوسی ایشن کی جانب سے جاری کردہ ایک تحقیقی رپورٹ میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ وہ افراد جو دوسروں کیلئے مخالفانہ سوچ رکھتے ہیں اور اس کی وجہ سے ذہنی دباؤ کا شکار اور غصے میں رہتے ہیں ان میں دل کی بیماریوں اور فالج کا خطرہ 86 فیصد بڑھ جاتا ہے۔

سوال 94: بدگمانی کا علاج تحریر کریں۔

جواب: امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شیطان آدمی کے دل میں بدگمانی ڈالتا ہے تو مسلمان کو چاہیے کہ وہ شیطان کی تصدیق نہ کرے اور اس کو خوش نہ کرے حتیٰ کہ اگر کسی کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہو تو پھر بھی اس پر حد لگانا جائز نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے اس نے شراب کا ایک گھونٹ پی کر کلی کر دی ہو یا کسی نے اس کو جبراً شراب پلا دی ہو اور اس کا احتمال ہے تو وہ دل سے بدگمانی کی تصدیق کر کے شیطان کو خوش نہ کرے (اگرچہ مذکورہ صورت میں بدگمانی کا گناہ نہیں ہوگا لیکن بچنے میں پھر بھی بھلائی ہی ہے) (احیاء العلوم)۔

سوال 95: وَلَا تَجَسَّسُوا اس حصہ آیت کی تفسیر تحریر کریں۔

جواب: مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو اور اُن کے پوشیدہ حال کی جستجو میں نہ رہو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی ستاری سے چھپایا ہے۔ مسلمانوں کے پوشیدہ عیب تلاش کرنا اور انہیں بیان کرنا ممنوع ہے۔

سوال 96: مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو اس عنوان پر حدیث پاک تحریر کریں۔

جواب: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُن لوگوں کے گروہ، جو زبان سے ایمان لائے اور ایمان اُن کے دلوں میں داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کی چھپی ہوئی باتوں کی ٹٹول نہ کرو، اس لئے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی چھپی ہوئی چیز کی ٹٹول کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی پوشیدہ چیز کی ٹٹول کرے (یعنی اسے ظاہر کر دے) گا اور جس کی اللہ (عزوجل) ٹٹول کرے گا (یعنی عیب ظاہر کرے گا) اُس کو رسوا کر دے گا، اگرچہ وہ اپنے مکان کے اندر ہو۔ (ابوداؤد)

سوال 97: مسلمانوں کی غیبت کرنا کیسا ہے؟

جواب: مسلمانوں کی غیبت کرنا اور ان کے عیب تلاش کرنا منافق کا شعار ہے اور عیب تلاش کرنے کا انجام ذلت و رسوائی ہے۔

سوال 98: عیب پوشی کے فضائل بیان کریں۔ جواب: ① نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ رکھا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب پر پردہ رکھے گا۔ (بخاری) ② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایسی چیز دیکھے جس کو چھپانا چاہیے اور اس نے پردہ ڈال دیا (یعنی چھپا دی) تو ایسا ہے جیسے مَوءٌ وَدَّہ (یعنی زندہ زمین میں دبا دی جانے والی بچی) کو زندہ کیا۔ (ابوداؤد)

سوال 99: اپنے عیبوں کی اصلاح کی بجائے اس عنوان پر نوٹ تحریر کریں۔

جواب: جو شخص لوگوں کے عیب تلاش کرنے میں رہتا ہے اُسے خاص طور پر اور تمام لوگوں کو عمومی طور پر چاہئے کہ کسی کے عیب تلاش کرنے کی بجائے اپنے اندر موجود عیبوں کو تلاش کر کے ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں کہ اسی میں اُن کی اور دوسروں کی دنیا و آخرت کا بھلا ہے۔ ① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی آنکھ میں تیکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کو بھول جاتا ہے۔ (شعب الایمان) ② حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب تم اپنے ساتھی کے عیب ذکر کرنے کا ارادہ کرو تو (اس وقت) اپنے عیبوں کو یاد کرو۔ (شعب الایمان)

سوال 100: انسان کی عزت و حرمت کی حفاظت میں اسلام کا کردار تحریر کریں۔

جواب: دین اسلام کی نظر میں ایک انسان کی عزت و حرمت کی قدر بہت زیادہ ہے اور اگر وہ انسان مسلمان بھی ہو تو اس کی عزت و حرمت کی قدر اسلام کی نظر میں مزید بڑھ جاتی ہے، اسی لئے دین اسلام نے اُن تمام افعال سے بچنے کا حکم دیا ہے جن سے کسی انسان کی عزت و حرمت پامال ہوتی ہو، ان افعال میں سے ایک فعل کسی کے عیب تلاش کرنا اور اسے دوسروں کے سامنے بیان کر دینا ہے جس کا انسانوں کی عزت و حرمت ختم کرنے میں بہت بڑا کردار ہے، اس وجہ سے جہاں اس شخص کو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا عیب لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائے وہیں وہ شخص بھی لوگوں کی نفرت اور ملامت کا سامنا کرتا ہے جو عیب تلاش کرنے اور انہیں ظاہر کرنے میں لگا رہتا ہے۔ یوں عیب تلاش کرنے والے اور جس کا عیب بیان کیا جائے، دونوں کی عزت و حرمت چلی جاتی ہے، اس لئے دین اسلام نے عیبوں کی تلاش میں رہنے اور انہیں لوگوں کے سامنے شرعی اجازت کے بغیر بیان کرنے سے منع کیا اور اس سے باز نہ آنے والوں کو سخت وعیدیں سنائیں تاکہ ان وعیدوں سے ڈر کر لوگ اس بُرے فعل سے باز آجائیں اور سب کی عزت و حرمت کی حفاظت ہو۔

سوال 101: وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا اس حصہ آیت کی تفسیر تحریر کریں۔

جواب: اس آیت میں یہ حکم دیا گیا کہ ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مَرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، یقیناً یہ تمہیں ناپسند ہوگا، تو پھر مسلمان بھائی کی غیبت بھی تمہیں گوارا نہ ہونی چاہئے کیونکہ اُس کو پیٹھ پیچھے برا کہنا اُس کے مرنے کے بعد اُس کا گوشت کھانے کی مثل ہے کیونکہ جس طرح کسی کا گوشت کاٹنے سے اس کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح اس کی بدگوئی کرنے سے اُسے قلبی تکلیف ہوتی ہے اور درحقیقت عزت و آبرو گوشت سے زیادہ پیاری ہے۔

سوال 102: وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا اس حصہ آیت کا شان نزول تحریر کریں۔

جواب: شان نزول: جب سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جہاد کیلئے روانہ ہوتے اور سفر فرماتے تو ہر دو مال داروں کے ساتھ ایک غریب مسلمان کو کر دیتے کہ وہ غریب اُن کی خدمت کرے اور وہ اسے کھلائیں پلائیں، یوں ہر ایک کا کام چلے، چنانچہ اسی دستور کے مطابق حضرت سلمان رضی اللہ عنہ دو آدمیوں کے ساتھ گئے تھے، ایک روز وہ سو گئے اور کھانا تیار نہ کر سکے تو اُن دونوں نے انہیں کھانا طلب کرنے کیلئے رسولِ کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں بھیجا، حضورِ اقدس صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بچن کے خادم حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ تھے، اُن کے پاس کھانے میں سے کچھ باقی رہا نہ تھا، اس لئے انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے یہی آکر کہہ دیا تو اُن دونوں رفیقوں نے کہا: اُسامہ (رضی اللہ عنہ) نے بخل کیا۔ جب وہ حضورِ انور صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہارے منہ میں گوشت کی رنگت دیکھتا ہوں۔ انہوں نے عرض کی: ہم نے گوشت کھایا ہی نہیں۔ ارشاد فرمایا: تم نے غیبت کی اور جو مسلمان کی غیبت کرے اُس نے مسلمان کا گوشت کھایا۔ (غازن)

سوال 103: حدیثِ پاک کی روشنی میں غیبت اور بہتان کی تعریف کریں۔

جواب: رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی زیادہ جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ عرض کی گئی: اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جسے میں بیان کرتا ہوں؟ ارشاد فرمایا: تم جو عیب بیان کر رہے ہو اگر وہ اس میں موجود ہو جب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہیں ہے تو پھر وہ بہتان ہے۔ (مسلم)

سوال 104: کیا غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت چیز ہے؟

جواب: (بی ہاں) حضرت ابوسعید اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت چیز ہے۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہے؟ ارشاد فرمایا: مرد زنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور غیبت کرنے والے کی توبہ تک مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی ہے۔ (شعب الایمان)

سوال 105: غیبت کی مذمت میں دو احادیث تحریر کریں۔

جواب: ① حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ناخن بیتل کے تھے اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے پوچھا: اے جبریل! عَلَیْہِ السَّلَام، یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ افراد ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے تھے۔ (ابوداؤد) ② حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا اس کے پاس قیامت کے دن اس کے بھائی کا گوشت لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا تم جس طرح دنیا میں اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتے تھے اب زندہ کا گوشت کھاؤ وہ چیخ مارتا ہوا اور منہ بگاڑتا ہوا کھائے گا۔ (مجم الاوسط)

سوال 106: غیبت کی تعریف بیان کریں۔

جواب: صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَہُ اللہ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: غیبت کے یہ معنی ہیں کہ کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو (جس کو وہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہونا پسند نہ کرتا ہو) اس کی برائی کرنے کے طور پر ذکر کرنا اور اگر اس میں وہ بات ہی نہ ہو تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے۔ (بہار شریعت)

سوال 107: کیا غیبت صرف زبان سے ہی ہوتی ہے؟

جواب: (جی نہیں! بلکہ) غیبت جس طرح زبان سے ہوتی ہے (اسی طرح) فعل سے بھی ہوتی ہے، صراحت کے ساتھ برائی کی جائے یا تعریض و کنایہ کے ساتھ ہو سب صورتیں حرام ہیں، برائی کو جس نوعیت سے سمجھائے گا سب غیبت میں داخل ہے۔ تعریض کی یہ صورت ہے کہ کسی کے ذکر کرتے وقت یہ کہا کہ ”الْحَمْدُ لِلّٰہ میں ایسا نہیں“ جس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ ایسا ہے۔ کسی کی برائی لکھ دی یہ بھی غیبت ہے، سر وغیرہ کی حرکت بھی غیبت ہو سکتی ہے، مثلاً کسی کی خوبیوں کا تذکرہ تھا اس نے سر کے اشارہ سے یہ بتانا چاہا کہ اس میں جو کچھ برائیاں ہیں ان سے تم واقف نہیں، ہونٹوں اور آنکھوں اور بھوؤں اور زبان یا ہاتھ کے اشارہ سے بھی غیبت ہو سکتی ہے۔ (بہار شریعت)

سوال 108: کیا غیبت نقل اتارنے سے بھی ہو سکتی ہے؟

جواب: (جی ہاں!) ایک صورت غیبت کی نقل ہے مثلاً کسی لکڑے کی نقل کرے اور لنگڑا کر چلے، یا جس چال سے کوئی چلتا ہے اس کی نقل اتاری جائے یہ بھی غیبت ہے، بلکہ زبان سے کہہ دینے سے یہ زیادہ برا ہے کیونکہ نقل کرنے میں پوری تصویر کشی اور بات کو سمجھانا پایا جاتا ہے (جب) کہ کہنے میں وہ بات نہیں ہوتی۔ (بہار شریعت)

سوال 109: کیا مسرودے کی بھی غیبت ہو سکتی ہے؟

جواب: (جی ہاں!) جس طرح زندہ آدمی کی غیبت ہو سکتی ہے مرے ہوئے مسلمان کو برائی کے ساتھ یاد کرنا بھی غیبت ہے، جبکہ وہ صورتیں نہ ہوں جن میں عیوب کا بیان کرنا غیبت میں داخل نہیں۔ مسلم کی غیبت جس طرح حرام ہے کافر ذمی کی بھی ناجائز ہے کہ ان کے حقوق بھی مسلم کی طرح ہیں (جبکہ) کافر حربی کی برائی کرنا غیبت نہیں۔

سوال 110: اگر کسی کی برائی اس کے سامنے کر دی جائے تو یہ غیبت تو نہیں ہے نا؟ کیا اس کی اجازت ہوگی؟

جواب: کسی کی برائی اس کے سامنے کرنا اگر غیبت میں داخل نہ بھی ہو جبکہ غیبت میں پیٹھ پیچھے برائی کرنا معتبر ہو مگر یہ اس سے بڑھ کر حرام ہے کیونکہ غیبت میں جو وجہ ہے وہ یہ ہے کہ ایذاً مسلم ہے وہ یہاں بدرجہ اولیٰ پائی جاتی ہے غیبت میں تو یہ احتمال ہے کہ اسے اطلاع ملے یا نہ ملے اگر اسے اطلاع نہ ہوئی تو ایذا بھی نہ ہوئی، مگر احتمال ایذا کو یہاں ایذا قرار دے کر شرع مظہر نے حرام کیا اور منہ پر اس کی مذمت کرنا تو حقیقتہً ایذا ہے پھر یہ کیوں حرام نہ ہو۔ (بہار شریعت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ تم فلاں کی غیبت کیوں کرتے ہو، وہ نہایت دلیری کے ساتھ یہ کہتے ہیں مجھے اس کا ڈر آپڑا ہے؟ چلو میں اس کے مونہ پر یہ باتیں کہہ دوں گا، ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنا غیبت و حرام ہے اور منہ پر کہو گے تو یہ دوسرا حرام ہوگا، اگر تم اس کے سامنے کہنے کی جرأت رکھتے ہو تو اس کی وجہ سے غیبت حلال نہیں ہوگی۔ (بہار شریعت)

سوال 111: جس کے سامنے کسی کی غیبت کی جائے؛ اُسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: جس کے سامنے کسی کی غیبت کی جائے اُسے لازم ہے کہ زبان سے انکار کر دے مثلاً کہہ دے کہ میرے سامنے اس کی برائی نہ کرو۔ اگر زبان سے انکار کرنے میں اس کو خوف و اندیشہ ہے تو دل سے اسے برا جانے اور اگر ممکن ہو تو یہ شخص جس کے سامنے برائی کی جا رہی ہے وہاں سے اٹھ جائے یا اس بات کو کاٹ کر کوئی دوسری بات شروع کر دے، ایسا نہ کرنے میں سننے والا بھی گناہ گار ہوگا، غیبت کا سننے والا بھی غیبت کرنے والے کے حکم میں ہے۔ (بہار شریعت)

سوال 112: جس کی غیبت کی اگر اس کو اس کی خبر ہوگئی؛ تو کیا صرف توبہ کافی ہے؟

جواب: (جی نہیں! بلکہ) جس کی غیبت کی اگر اس کو اس کی خبر ہوگئی تو اس سے معافی مانگنی ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے سامنے یہ کہے کہ میں نے تمہاری اس طرح غیبت یا برائی کی تم معاف کر دو، اس سے معاف کرائے اور توبہ کرے تب اس سے بری الذمہ ہوگا اور اگر اس کو خبر نہ ہوئی ہو تو توبہ اور ندامت کافی ہے۔

سوال 113: جس کی غیبت کی ہے اُسے خبر نہ ہوئی اور اس نے توبہ کر لی اس کے بعد اُسے خبر ملی تو اب معافی کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس کی غیبت کی ہے اسے خبر نہ ہوئی اور اس نے توبہ کر لی اس کے بعد اسے خبر ملی کہ فلاں نے میری غیبت کی ہے آیا اس کی توبہ صحیح ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ❶ وہ توبہ صحیح ہے اللہ تعالیٰ دونوں کی مغفرت فرمادے گا، جس نے غیبت کی اس کی مغفرت توبہ سے ہوئی اور جس کی غیبت کی گئی اس کو جو تکلیف پہنچی اور اس نے درگزر کیا، اس وجہ سے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ ❷ اس کی توبہ مُعلق رہے گی اگر وہ شخص جس کی غیبت

ہوئی خبر پہنچنے سے پہلے ہی مر گیا تو توبہ صحیح ہے اور توبہ کے بعد اسے خبر پہنچ گئی تو صحیح نہیں، جب تک اس سے معاف نہ کرائے۔

سوال 114: کیا بہتان لگانے میں توبہ کافی ہے؟

جواب: (جی نہیں! بلکہ) بہتان کی صورت میں توبہ کرنا اور معافی مانگنا ضروری ہے بلکہ جن کے سامنے بہتان باندھا ہے ان کے پاس جا کر یہ کہنا ضرور ہے کہ میں نے جھوٹ کہا تھا جو فلاں پر میں نے بہتان باندھا تھا۔ (بہار شریعت)

سوال 115: کیا جس کی غیبت کی ہو اس سے معافی کے ساتھ تلافی بھی ضروری ہے؟

جواب: (جی ہاں!) معافی مانگنے میں یہ ضرور ہے کہ غیبت کے مقابل میں اس کی ثناء حسن (اچھی تعریف) کرے اور اس کے ساتھ اظہارِ محبت کرے کہ اس کے دل سے یہ بات جاتی رہے اور فرض کرو اس نے زبان سے معاف کر دیا مگر اس کا دل اس سے خوش نہ ہوا تو اس کا معافی مانگنا اور اظہارِ محبت کرنا غیبت کی برائی کے مقابل ہو جائے گا اور آخرت میں مؤاخذہ نہ ہوگا۔

سوال 116: کیا جس کی غیبت کی ہو جبکہ اُسے معلوم ہو اس خلوص دل سے معافی مانگنا ضروری ہے؟

جواب: اس (غیبت کرنے والے) نے معافی مانگی اور اس نے معاف کر دیا مگر اس نے سچائی اور خلوص دل سے معافی نہیں مانگی تھی محض ظاہری اور نمائشی یہ معافی تھی، تو ہو سکتا ہے کہ آخرت میں مؤاخذہ ہو، کیونکہ اس نے یہ سمجھ کر معاف کیا تھا کہ یہ خلوص کے ساتھ معافی مانگ رہا ہے۔

سوال 117: جس کی غیبت کی وہ مر گیا یا کہیں غائب ہو گیا تو اس سے معافی کیسے مانگی جاسکتی ہے؟

جواب: امام غزالی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس کی غیبت کی وہ مر گیا یا کہیں غائب ہو گیا اس سے کیونکر معافی مانگے یہ معاملہ بہت دشوار ہو گیا، اس کو چاہیے کہ نیک کام کی کثرت کرے تاکہ اگر اس کی نیکیاں غیبت کے بدلے میں اسے دے دی جائیں، جب بھی اس کے پاس نیکیاں باقی رہ جائیں۔ (بہار شریعت)

سوال 118: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاهُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

سوال 119: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ؛ اس حصہ آیت کی تفسیر تحریر کریں۔

جواب: تفسیر: ارشاد فرمایا: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد حضرت آدم علیہ السلام اور ایک عورت حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے پیدا کیا اور جب نسب کے اس انتہائی درجہ پر جا کر تم سب کے سب مل جاتے ہو تو نسب میں ایک دوسرے پر فخر اور بڑائی کا اظہار کرنے کی کوئی وجہ نہیں، سب برابر ہو اور ایک جدِ اعلیٰ کی اولاد ہو (اس لئے نسب کی وجہ سے ایک دوسرے پر فخر کا اظہار نہ کرو) اور ہم نے تمہیں مختلف قومیں، قبیلے اور خاندان بنایا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کی پہچان رکھو اور ایک شخص دوسرے کا نسب جانے اور اس طرح کوئی اپنے باپ دادا کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہ کرے، نہ یہ کہ اپنے نسب پر فخر کرنے لگ جائے اور دوسروں کی تحقیر کرنا شروع کر دے۔ (مدارک)

سوال 120: نسب کے ذریعے ہی فخر و تکبر کرنے کی مذمت کیوں بیان کی گئی ہے؟

جواب: دنیا میں وہ امور اگرچہ کثیر ہیں کہ جن کی وجہ سے فخر و تکبر کیا جاتا ہے لیکن نسب ان میں سب سے بڑا امر ہے کیونکہ مال، حسن اور بزرگی کی وجہ سے کیا جانے والا تکبر ہمیشہ نہیں رہتا بلکہ ان چیزوں کے ختم ہونے پر تکبر بھی ختم ہو جاتا ہے جبکہ نسب کی وجہ سے کیا جانے والا تکبر ختم نہیں ہوتا، اسی لئے یہاں بطورِ خاص اسے ذکر کیا گیا۔ (تفسیر کبیر)

سوال 121: فخر و تکبر کے اسباب میں سے ایک اہم سبب اپنے نسب کے ذریعے دوسروں پر تکبر کرنا ہے؛ اس کے بارے میں وضاحت کریں۔

جواب: امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس آدمی کا نسب اچھا ہو وہ دوسرے نسب والوں کو حقیر جانتا ہے اور بعض لوگ حسب و نسب کے ذریعے اس طرح تکبر کرتے ہیں کہ گویا دوسرے لوگ ان کی ملکیت میں اور ان کے غلام ہیں، وہ ان سے میل جول کرنے اور ان کے پاس بیٹھنے سے نفرت کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ ان کی زبان پر یوں آتا ہے کہ تکبر کرتے ہوئے دوسروں کو گھٹیا قسم کے الفاظ سے پکارتے ہوئے کہتے ہیں: تم کون ہو؟ تمہارا باپ کون ہے؟ میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں، تمہیں مجھ سے بات کرنے یا میری طرف دیکھنے کا کیا حق ہے؟ تو مجھ جیسے لوگوں سے بات کرتا ہے اور مجھ سے اس قسم کی گفتگو کرتا ہے؟ (وغیرہ) یہ ایک ایسی پوشیدہ رگ ہے کہ کوئی بھی نسب والا اس سے خالی نہیں ہوتا اگرچہ وہ نیک اور باعمل ہو، لیکن بعض اوقات حالت اعتدال پر ہونے کی صورت میں یہ بات ظاہر نہیں ہوتی اور جب اس پر غصے کا غلبہ ہو تو وہ اس کے نور بصیرت کو بجھا دیتا ہے اور اس قسم کی گفتگو اس کی زبان پر آ جاتی ہے۔ (احیاء علوم الدین)

سوال 122: نسب کے ذریعے دوسروں پر فخر و تکبر کی مذمت احادیث مبارکہ کی روشنی میں مع وضاحت تحریر کریں۔

جواب: ① حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص سے میری تکرار ہو گئی تو میں نے کہا: اے کالی عورت کے بیٹے! تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! صاع پورا نہیں بھرا جاتا، سفید عورت کے بیٹے کو سیاہ عورت کے بیٹے پر کوئی فضیلت نہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں لیٹ گیا اور اس شخص سے کہا: اٹھو اور میرے رخسار کو پامال کر دو۔ وضاحت: دیکھئے! کس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تنبیہ فرمائی جب انہوں نے سفید خاتون کا بیٹا ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو افضل سمجھا اور یہ بات خطا اور نادانی ہے، اور دیکھئے کہ انہوں نے کس طرح توبہ کی اور اپنے آپ سے تکبر کے درخت کو اس شخص کے تلوعے کے ذریعے جڑ سے اکھاڑ پھینکا جس کے مقابلے میں تکبر کیا گیا تھا کیونکہ آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ تکبر کو صرف عاجزی کے ذریعے ختم کیا جاسکتا ہے۔ ② نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو آدمیوں نے ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کیا، ایک نے کہا: میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں، تم کون ہو؟ تمہاری تو ماں ہی نہیں۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے دو آدمیوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا، ان میں سے ایک نے کہا: میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں، اس طرح وہ نوپشتیں شمار کر گیا اور کہا: تیری تو ماں ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ جس نے فخر کا اظہار کیا ہے اس سے فرما دیجئے: وہ نوکی نوپشتیں جہنم میں جائیں گی اور تم ان کے ساتھ دسویں ہو گے۔ (مسند امام احمد) ③ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو اپنے آباء و اجداد پر فخر کرنا چھوڑ دینا چاہیے وہ جہنم میں کوئلہ بن گئے یا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کیڑوں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو اپنے ناک سے گندگی کو دھکیلتے ہیں (ابو داؤد)۔ (احیاء علوم الدین)

سوال 123: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ؛ اس حصہ آیت کی تفسیر اور شان نزول تحریر کریں۔

جواب: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ: (بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے) آیت کے اس حصے میں وہ چیز بیان فرمائی جا رہی ہے جو انسان کیلئے شرافت و فضیلت کا سبب ہے اور جس سے اُسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت حاصل ہوتی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں جاننے والا اور تمہارے باطن سے خبردار ہے۔ شان نزول: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے بازار میں تشریف لے گئے، وہاں ملاحظہ فرمایا کہ ایک حبشی غلام یہ کہہ رہا تھا: جو مجھے خریدے اس سے میری یہ شرط ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پانچوں نمازیں ادا کرنے سے منع نہ کرے۔ اس غلام کو ایک شخص نے خرید لیا، پھر وہ غلام بیمار ہو گیا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کیلئے تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہو گئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تدفین میں تشریف لائے، اس کے بارے میں لوگوں نے کچھ کہا تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (مدارک)

سوال 124: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت اور فضیلت کا مدار کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت و فضیلت کا مدار نسب نہیں بلکہ پرہیزگاری ہے لہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ نسب پر فخر کرنے سے بچے اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے عزت و فضیلت نصیب ہو۔

سوال 125: مسیح مکہ کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سے دو قسم کے لوگوں کا تذکرہ کیا؟

جواب: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: فتح مکہ کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے حبلیت کا غرور اور

جواب: **ترجمہ:** ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں۔ **تفسیر:** ایمان کا دعویٰ کرنے والے دیہاتیوں سے فرمایا گیا: اگر تم ایمان لانا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے، پھر انہوں نے اپنے دین و ایمان میں شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور یہی لوگ ایمان کے دعوے میں سچے ہیں۔ (تفسیر)

سوال 131: قُلْ أَتَعْلَمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ ترجمہ اور شان نزول تحریر کریں۔

جواب: **ترجمہ:** تم فرماؤ: کیا تم اللہ کو اپنا دین بتاتے ہو حالانکہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ **شان نزول:** جب اس سے پہلے کی دونوں آیتیں نازل ہوئیں تو دیہاتیوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ ہم مخلص مؤمن ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور سرکارِ دو عالم ﷺ کو خطاب فرمایا گیا: اے پیارے حبیب! (ﷺ) آپ ان سے فرما دیں: کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دے رہے ہو حالانکہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں موجود ہے اُسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے، مؤمن کا ایمان بھی اُسے معلوم ہے اور منافق کا نفاق بھی اس کے علم میں ہے، تمہارے بتانے اور خبر دینے کی حاجت نہیں۔ (خان)

سوال 132: يٰمُنُّونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمْتُمْ اَقُلْ لَا تَمْنُنْوا عَلٰى اِسْلَامِكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰكُمْ لِاٰيْمَانٍ اِنْ كُنْتُمْ طٰقِقِيْنَ۔ ترجمہ و تفسیر تحریر کریں۔

جواب: **ترجمہ:** اے محبوب! وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہو گئے۔ تم فرماؤ: اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دی اگر تم سچے ہو۔ **تفسیر:** ارشاد فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! یہ لوگ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں تو آپ ان کی یہ غلط فہمی دور کر دیں اور انہیں بتا دیں کہ تم نے اسلام لا کر مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا کہ تم کو ایمان کی دولت دے دی ورنہ کافر مرتے تو جہنم میں جاتے اور ہمیشہ کیلئے عذاب کے حقدار ٹھہرتے۔

سوال 133: کیا مخلوق میں سے کسی کا حضورِ اقدس ﷺ پر احسان ہے؟

جواب: کسی مخلوق کا حضور پر نور ﷺ پر احسان نہیں بلکہ سب پر حضور اکرم ﷺ کا احسان ہے کہ ہمیں جو نعمتیں ملیں وہ حضور پر نور ﷺ کے طفیل ہی ملیں، اگر تمام جہان کافر ہو جائے تو حضور اقدس ﷺ کا کچھ نہیں بگڑتا اور اگر تمام دنیا مؤمن و متقی ہو جائے تو حضور انور ﷺ پر کچھ احسان نہیں، اگر ہم سورج سے نور لے لیں تو ہمارا احسان سورج پر نہیں بلکہ اُس کا ہم پر احسان ہے۔

سوال 134: اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبِ السَّمُوتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ ترجمہ و تفسیر تحریر کریں۔

جواب: **ترجمہ:** بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کے سب غیب جانتا ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ **تفسیر:** یعنی جو علیم و خبیر تمام آسمانوں کے غیوب جانتا ہے اس پر تمہارے دل کے حالات کیسے چھپ سکتے ہیں، اس کی بارگاہ میں اپنا ایمان ظاہر کرنا عجب ہے۔

سوال 135: اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے تو دعائے کلمات میں ہم گنہگار ہیں کہنا کیسا ہے؟

جواب: اے اللہ! ہم گنہگار ہیں یا اے مولیٰ! ہم تیرے حبیب ﷺ پر ایمان لائے، یہ اللہ تعالیٰ پر ظاہر کرنے کیلئے نہیں بلکہ اس سے بھیک مانگنے کیلئے ہے لہذا یہ آیت (وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ) اُن آیتوں کے خلاف نہیں جن میں اس کے اظہار کا ذکر ہے۔

محمد زاہد مسعود عفی عنہ دنیا پور